صدرالافاضل اہلِ سنت وجماعت کے بے مثال مناظر

ازقلم: ساجد علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلي علی رسولہ الکریم

حبیبِ حضرتِ خیر الوریٰ صدرالافاضل ہیں — ہمارے رہنما و پیشوا صدرالافاضل ہیں
شریعت میں،طریقت میں، حقیقت میں،ہدایت میں — امامِ اصفیاء و اتقیا صدر الافاضل ہیں
سفینہ اہلِ سنت کا نہ ہو محفوظ کیوں بادِ مخالف سے — کہ اس کے پاسبان و ناخدا صدرالافاضل ہیں
مٹائی کفر کی ظلمت ، منوّر کردیا دل کو — نرالی شان کے یہ رہنما ،صدرالافاضل ہیں
فقاہت میں مقام اعلیٰ ،سیاست میں دُرخشندہ — تکلم میں امام و پیشوا صدرالافاضل ہیں (معین الدین نعیمی)

صدرالافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت : ۲۱/ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ/یکم جنوری ۱۸۸۳ء—— وفات: ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ/ ۲۳/ اکتوبر ۱۹۴۸ء) بہت سی خوبیوں کے جامع اور گوناگوں فضائل و کمالات کے حامل تھے۔ وہ اپنے دَور کے مایہ ناز مفسر، عظیم محدث، نکتہ رس فقیہ، تجربہ کار مفتی، کہنہ مشق مدرس، بہترین قلم کار، صاحبِ طرز ادیب، قابلِ رشک خطاط، قادر الکلام شاعر، شیریں سخن خطیب اور جسمانی معالج وروحانی طبیب ہونے کے ساتھ میدانِ مناظرہ ومباحثہ کے فقید المثال سپہ سالار، بحرِسیاست کے ماہر شناور، اعمال وافعال میں خلوص وللّٰہیت کا پیکر، تقویٰ وطہارت میں ضرب المثل اورامتِ مسلمہ کے بہترین قائدورہنما تھے۔

تفسیر وحدیث اور فقہ وفتویٰ میں ان کے تبحر علمی کا جلوہ دیکھنا ہو تو" خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، نعیم البیان فی تفسیر القرآن، فتاویٰ صدرالافاضل، الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفی، اطیب البیان دَر رَدّ تقویۃ الایمان، اسواط العذاب علیٰ قوامع القباب، ارشاد الانام فی محفل المولود والقیام، فرائد النور فی جرائد القبور "وغیرہ کتابوں کے علمی وفقہی مباحث کو حرز جان بنائیں جن کے دامن میں موصوف نے اپنے دَور میں اٹھنے والے تمام سوالات کے جوابات مدلل اور واضح انداز میں ثبت فرمادیے ہیں۔

اگران کے بہترین قلم کار اور صاحبِ طرز ادیب وانشا پرداز ہونے کی دلیل چاہیے تو ان کے دَور میں شائع ہونے والے مشہور جرائد ومجلات مثلاً" الہلال، البلاغ اور السواد الاعظم" وغیرہ میں اشاعت پذیر ان کے دینی، علمی، ادبی، فکری، سیاسی، سماجی شہ پارے اور عقائدِ اہلِ سنت وجماعت کی ترجمانی کرنے والے دعوتی وتبلیغی مقالات ومضامین کا مطالعہ فرمائیں۔

ان کے کامیاب مدرس، قابلِ رشک خطاط اور جسمانی معالج وحکیم ہونے کی سند چاہیے تو ان جولان گاہوں میں ان کے نامور تلامذہ اور شاگردوں کی تاریخ پڑھیے تو حقائق خود بخود آپ کی نگاہوں میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجائیں گے اور یہ ثابت ہوجائے گا کہ وہ میدانِ درس وتدریس میں انتہائی کامیاب، خطاطی وخوش نویسی میں طاق اور علمِ طب میں بڑے حاذق وماہر تھے۔

اسی طرح ان کے کلام کا مجموعہ " ریاض نعیم " فن شعر وسخن میں ان کے کمال وعبقریت کا ثبوت فراہم کرنے کے لیے کافی ہے۔ بروقت ہم اثباتِ مدعا اوراپنے قارئین کے قلوب واذہان میں کیف وسرور کا رقت انگیز سماں پیدا کرنے کے لیے موصوف کے چند اشعار پیش کرتے ہیں ؎

بہیں گے دل کے ٹکڑے بن کے آنسو آنکھ سے کب تک — رہیں گے چشم پُر ارماں سے کب تک اشکِ غم جاری
یہ بے سامانیاں ، یہ ضعف اور یہ دوریِ منزل — دلِ بے صبر کی کب تک رہے گی ایسی ناچاری

شکستہ سی امیدیں زندگی کی کچھ معاون ہیں — کمر ہمت کی توڑے ڈالتی ہے اپنی ناداری
میں کس منہ سے کہوں: مجھ کو بلالیجے مدینے میں — میں خود نادم ہوں آقا دیکھ کر اپنی سیہ کاری
کہاں مجھ سا کمینہ اور کہاں وہ بقعۂ طاہر — کہ جس میں جلوہ فرما ہیں حبیبِ حضرتِ باری
ولیکن کیا تعجب ہے اگر اپنی کریمی سے — کرے وہ رحمتِ عالم خطاکاروں کی ستّاری
ذرا بھی چشمِ رحمت ہوتو مٹ جائیں گنہ میرے — مرادیں سب برآئیں، نکلیں دل کی حسرتیں ساری
مدینہ ہو، یہ آنکھیں ہوں، وہ سنگِ دَر، یہ پیشانی — وہ آقا ہوں، یہ بندہ ہو، یہ دامن، وہ گہر باری
یہ شیدا ہو، وہ روضہ ہو، یہ آنکھیں ہوں، وہ جلوے ہوں — یہ طالب ہو، وہ مطلب ہو، یہ دل ہواور وہ دل داری
زہے قسمت گدا ہوں میں اسی سرکارِ عالی کا — عطافرمائی جس کو حق نے سرداروں کی سرداری
وہ الطافِ کریمانہ ہوں، وہ انعامِ شاہانہ — نعیم الدین کو دیکھیں دیدۂ حسرت سے درباری

وہ بحرِ سیاست کے ماہر شناوَراور نباضِ وقت تھے ،وہ دین وسیاست میں علاحدگی کے قائل نہیں تھے ،دعوت و تبلیغ اور امتِ مسلمہ کی بہتر قیادت ور ہنمائی کے لیے ہمیشہ فکر مند رہتے ،اس کے لیے وہ خود بھی میدان عمل میں اتر کر باطل نظریات کی تردید کرتے اور دوسرے علماے کرام کو بھی اس کام کے لیے آمادہ کرتے ۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

” علماے دین اور پیشوایان اسلام اب قدم اٹھائیں ،گوشۂ تنہائی سے نکلیں ؛اس لیے نہیں کہ انھیں جاہ ملے یامنصب ملے ، فقط اس لیے کہ دین کی حفاظت ہو،اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف پیش آنے والے خطرات کوروک سکیں اور مسلمانوں کے دلوں کو خوف سے محفوظ کر سکیں۔

اب آپ کا یہ تقاعد زہد وانکسار کی حد سے گزر کر غفلت و تکاسل کے دائرہ میں آگیا ہے ،اور اس اندازِ سکوت سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصانات پہنچ رہے ہیں۔اب آپ اس عقیدہ کو چھوڑ دیجیے کہ آپ کے فرائض ایک مجلس میں وعظ کہہ دینے ، یاایک حلقہ میں درس دینے اور خلوت خانہ میں فتویٰ لکھ دینے سے ادا ہوجاتے ہیں اور آپ کو اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے ، بدخواہانِ اسلام تحریک کے لیے کیا کیا تدابیر عمل میں لارہے ہیں ؟ یقیناً یہ آپ کا فرض ہے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اٹھیے ،اٹھیے اور اپنے فرض کو ادا کیجیے “ ۔(فتاویٰ صدرالافاضل ،ص ۲۱ ،تنظیم افکار صدرالافاضل ،ممبئ)

اسی طرح منبرِ خطابت پر موصوف کی سحربیانی اور میدانِ مناظرہ میں حاضر جوابی سامعین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی تھی، ان کی مناظرانہ گرفت اتنی مضبوط اور طرزِ استدلال اتنا واضح اور روشن ہوتا تھا کہ اربابِ علم و دانش اور اصحابِ فکر و بصیرت کے ساتھ سادہ لوح عوام الناس بھی خوب محظوظ و مسرور ہوتے تھے اور فریقِ مخالف کو ان کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی، وہ غیظ وغضب میں انگلیاں چباتے تھے، مگر ان سے کوئی جواب بن نہیں پڑتا تھا۔سچ کہا ہے سید شاہ اظہار اشرف اظہاؔر اشرفی مصباحی علیہ الرحمہ نے

ذات جن کی انجمن تھی علم میں تھے وہ اتم — تھے مفسر اور محدث ، حافظ وقاری ، فقیہ
ان کے اندازِ سخن پر زورِ باطل بھی ہے خم — تھے شہنشاہ خطابت اور مناظر لاجواب

یقیناً وہ مختلف میدانوں میں اپنی مثال آپ تھے ،ان کے فضائل وکمالات کا ہر گوشہ ایک دفتر کا متقاضی ہے اور اس مختصر مضمون میں اس کی گنجائش کہاں ؟ ؛اس لیے ہم سرِدست باطل فرقوں مثلاً پنڈتوں، آریوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور نیچریوں سے ہونے والے ان کے مباحثوں اور مناظروں کی چند مثالیں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں ، انشاء اللہ عزوجل اس سے ان کے تبحرِ علمی ، وسعتِ مطالعہ ، استحضارِ مسائل ، میدانِ مناظرہ میں حاضر جوابی ، فریقِ مخالف کے روبرو بے باکی ، طلاقتِ لسانی ، قوتِ تفہیم کی فراوانی اور زبان وبیان کی سلاست وروانی کی کچھ جھلکیاں نظر آئیں گی۔

صدرالافاضل کے دَور میں مذہبی صورتِ حال:

صدرالافاضل علیہ الرحمہ کے دَور میں باطل قومیں اپنے اپنے افکار ونظریات کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروفِ عمل تھیں، کہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب پر بحثیں ہوتی تھیں، کہیں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے خاتم النبیین نہ ہونے پر تقریریں ہوتی تھیں، کہیں حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کی بشریت کا چرچا تھا تو کہیں شیطانِ لعین کے علم کو علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فوقیت ثابت کرنے کا غوغا تھا، کہیں تمام مکاتبِ فکر کے لوگوں میں اتحاد وموالات پر زور تھا تو کہیں روحِ انسانی اور روحِ حیوانی کے ایک ہونے کا دعویٰ تھا۔

خود شہر مرادآباد کی صورتِ حال یہ تھی کہ وہاں کے صدر مقام "کمیٹی چوک" میں ایک چبوترہ تھا جس پر شام کے وقت کبھی پادری، کبھی آریہ، کبھی سناتن دھرمی، کبھی غیر مقلد اور کبھی کوئی دیوبندی عالم کھڑا ہوجاتا اور اپنے باطل افکار ونظریات کی تبلیغ کرتا اور بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی خوب کوششیں کرتا۔

ان فتنوں کی سرکوبی کے لیے علماے اہلِ سنت وجماعت ان کے باطل نظریات کی قلعی کھول دیتے اور ان سے بحث ومباحثہ کرکے یہ ثابت کرتے کہ حق وہی ہے جس پر اہلِ سنت وجماعت عمل پیرا ہیں اور یہ تمام جدید نظریات باطل ہیں؛ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سے دور رہیں اور ہرگز ان زر خرید مبلغوں کے بہکاوے میں نہ آئیں۔

حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے نو عمری ہی میں ان باطل نظریات کے مبلغین سے مقابلہ کرنا شروع کردیا اور اپنے حکیمانہ اسلوبِ بیان اور مفکرانہ طرزِ استدلال سے ان کے افکار ونظریات کی دھجیاں بکھیر دیں اور چند مناظروں کے بعد ان کے دلوں میں آپ کا ایسا رعب بیٹھ گیا کہ وہ آپ کا نام سن کر ہی راہ فرار اختیار کرنے میں اپنی عافیت سمجھنے لگے۔ اس طرح حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ کا شمار اس دور کے صفِ اول کے مناظرینِ اہلِ سنت وجماعت میں ہونے لگا۔

صدرالافاضل کی ہمت وبے باکی:

حضرتِ صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی مجاہدانہ اور مناظرانہ سرگرمیوں کی وجہ سے وہابی، دیوبندی اور دوسرے باطل افکار ونظریات کے عَلَم بردار ان سے سخت بغض وعناد رکھنے لگے تھے اور صورتِ حال یہ ہوگئی تھی وہ آپ کی جان لینے پر آمادہ ہوگئے تھے۔ "خلافت کمیٹی" کے دَور میں ایک دن وہابیوں نے جلسہ کرکے حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ کے خلاف بڑی زہر افشانی کی اور لوگوں کو ان کے خلاف خوف ورغلایا، یہاں تک کہ ایک پہلوان مجمع عام میں کھڑا ہوا اور تلوار لہراتے ہوئے بولا: میں اس تلوار سے انھیں (صدرالافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کو) قتل کردوں گا۔

جب یہ خبر حضرتِ صدرالافاضل کے والدِ ماجد حضرت مولانا معین الدین نزہتؔ صاحب کو ملی تو انھوں نے اپنی نشست گاہ میں دیوار پر کوئلے سے درج ذیل دعائیہ قطعہ تحریر فرمایا۔

یا الٰہی ! بے خطا ، بے جرم ہے میرا پسر	دشمنی رکھتے ہیں اس سے شہر والے فتنہ گر
تو برائے احمد مختار ، بوبکر و عمر	دشمناں را دوست گرداں ،دوستاں را دوست تر

[مستفاد حیات صدرالافاضل، سوادِ اعظم، لاہور، ص ۲]

خدائے وحدہٗ لاشریک کا فضل واحسان حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ کے شاملِ حال تھا اس لیے دشمنانِ اسلام ان کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے، اور نقصان پہنچانا ان کے بس میں تھا بھی نہیں؛ کیوں کہ نصرتِ الٰہی موصوف کے ساتھ تھی، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: وَاللّٰہُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ. [صحیح مسلم ، رقم الحدیث ۷۰۲۸] یعنی اللہ جلّ شانہ اپنے بندہ کی نصرت وحمایت فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

صدرالافاضل علیہ الرحمہ چوں کہ اپنی دعوت و تبلیغ کے ذریعہ بندگان خدا اور اپنے مسلم بھائیوں کی مدد کررہے تھے اس لیے نصرتِ الٰہی ان کے ساتھ تھی اور وہ ہر میدان میں کامیاب و کامران ہوئے اور وہابیوں، دیوبندیوں کی مسلسل سازشوں اور دشمنوں کی ہزار دشمنی کے باوجود وہ تبلیغ دینِ متین اور مخالفینِ اسلام سے مباحثہ ومناظرہ کرنے سے دل برداشتہ نہ ہوئے اور رضاے الٰہی کی خاطر احقاق حق وابطال باطل کے لیے ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ وذٰلك فضل الله يو تيه من يشاء.

دور طالب علمی کا ایک مناظرہ :

حضرت صدرالافاضل نے دَورِ طالب علمی ہی سے باطل افکار ونظریات کے مبلغین سے مناظرہ ومباحثہ کرنا شروع کردیا تھا، ان ہی مناظروں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مرادآباد محلہ "گل شہید" میں قبرستان کے قریب ایک آریہ رہتا تھا، جو شخص قبرستان میں فاتحہ پڑھنے جاتا، اسے بلاکر کہتا کہ روح تو کسی دوسرے قالب میں پہنچ گئی، بے کار فاتحہ پڑھتے ہو، اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح سے وہ کم پڑھے لکھے یا اَن پڑھ مسلمانوں کو بہکاتا اور بہت سے لوگ اس کی باتوں میں آبھی جاتے تھے۔

حاجی محمد اشرف صاحب جو حضرت صدرالافاضل سے بڑی محبت کرتے تھے، وہ ان کے پاس آئے اور واقعہ عرض کیا تو حضرت صدرالافاضل نے فرمایا: چلو! اور قبرستان میں جاکر فاتحہ پڑھی، حسبِ عادت اس نے حضرت صدرالافاضل کو جو ابھی نوعمر تھے بلایا اور جس طرح دوسرے لوگوں کو بہکانے کے لیے تقریر کرتا تھا، تقریر کرنا شروع کردیا۔

حضرت صدرالافاضل نے اس سے روح کے متعلق چند سوالات کیے، تو لاجواب ہوگیا اور بہت گھبرایا۔ پھر حضرت موصوف نے تناسخ (آواگون) کے باطل ہونے پر ایسی دلیلیں قائم فرمائیں کہ وہ حیران وپریشان ہوکر کہنے لگا: میں نے آج تک آپ کی طرح کوئی محقق اور فلسفی نہیں دیکھا اور کہنے لگا: میری تسلی ہوگئی، اب میں کسی کو فاتحہ پڑھنے سے منع نہیں کروں گا۔

[ماخوذ حیات صدرالافاضل، سوادِ اعظم، لاہور، ص۹]

مرادآباد میں ایک آریہ سے مناظرہ:

مرادآباد بازار چوک میں آریہ مبلغین روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریریں کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ مسجد قلعہ سے جمعہ کی نماز پڑھاکر واپس آرہے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک آریہ اعتراض کررہا ہے اور دیوبندی مدرسہ کے ایک مدرس مولوی قدرت اللہ کچھ جواب دے رہے ہیں، لیکن جب وہ مکمل جواب نہ دے سکے تو وہاں سے فرار ہوگئے، اور آریہ نے تالی بجائی کہ مولوی صاحب عاجز ہوکر بھاگ گئے، میرے اعترض کا جواب نہ دے سکے۔

یہ منظر دیکھ کر حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے فرمایا: پنڈت جی! آپ کا کیا اعترض ہے؟ بیان کیجیے، میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ اس نے بڑی تعلی سے کہا: آپ کے مولوی صاحب جواب نہ دے سکے، آپ کیا جواب دیں گے؟ حضرت نے فرمایا: آپ اعتراض تو کیجیے، پھر دیکھیے کہ تسلی بخش جواب آپ کو ملتا ہے یا نہیں۔

اس آریہ پنڈت نے کہا: آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ (جب کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا درست نہیں ہے)

حضرت صدرالافاضل نے فرمایا: زید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے نہ تھے، بلکہ متبنیٰ تھے جسے اردو میں "لے پالک" کہتے ہیں، حضور نے اپنے کرم سے انھیں بیٹا فرمایا، شریعت اسلامیہ میں متبنیٰ (لے پالک) حقیقی بیٹا نہیں ہوتا؛ اس لیے نہ وہ ورثہ پاتا ہے، اور نہ ہی اس کے مرجانے کی صورت میں بیٹا کہنے والے کو اس کا ورثہ ملتا ہے۔

آریہ پنڈت کہنے لگا: منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہوجاتا ہے، اور ورثہ وغیرہ کے تمام احکام ہندو دھرم میں اس کے لیے ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت صدرالافاضل نے دلائل عقلیہ سے ثابت فرمادیا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی، حقیقت میں جس کے نطفے سے وہ پیدا ہوتا ہے، اسی کا بیٹا ہوتا ہے، صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا۔

اس حقیقت کو حضرت صدرالافاضل نے ایسے عمدہ پیرائے میں بیان فرمایا کہ سارا مجمع اس سے متاثر ہوا، مگر وہ آریہ پنڈت ضد سے کہنے لگا کہ میں نہیں مانتا۔ سارا مجمع اس سے کہتا ہے کہ عقل کی روشنی میں دیکھ، مگر وہ کہتا ہے: میں نہیں مانتا۔ حضرت موصوف نے فرمایا: اچھا! میں ابھی تجھے منوائے دیتا ہوں۔ سنو، مجمع والو! میں کہتا ہوں: پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو، پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو، پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو۔

اس طرح تین مرتبہ بلند آواز سے اعلان کیا، اس کے بعد ارشاد فرمایا: پنڈت جی! اب میرے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہوگئے، اور بقول تمھارے، منہ بولے بیٹے کے لیے حقیقی بیٹے کے تمام احکام ثابت ہوگئے، بیٹے کی بیوی حرام، بیٹے کی ماں حلال، تواب تمھاری ماں میرے لیے حلال ہوگئی۔

وہ آریہ پنڈت کہنے لگا: آپ گالی دیتے ہیں۔ حضرت صدرالافاضل نے فرمایا: میرا مدعا ثابت ہوگیا، جب تو اسے گالی تسلیم کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہوتا۔

یہ سن کر آریہ پنڈت مجمع میں چلایا کہ آپ کے مولوی صاحب (یعنی دیوبندی مولوی قدرت اللہ، مدرس مدرسہ شاہی مسجد) چلے گئے، اب میں جاتا ہوں۔ مجمع والے سمجھ گئے کہ اب اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور اس کے پیچھے تالیاں پیٹنے لگے۔

[حیات صدرالافاضل، سوادِ اعظم، لاہور، ص۹، ۱۰، ۱۱۔/فتاویٰ صدرالافاضل، ص ۶۹۳، ۶۹۴، تنظیم افکار صدرالافاضل، ممبئ]

غیر مقلدوں کے شاگرد پنڈت رام چندر سے مناظرہ:

دہلی میں رام چندر نامی ایک پنڈت بہت خوش آواز تھا، غیر مقلدوں نے اسے قرآن کریم کی چند سورتیں بھی یاد کرادی تھیں جنھیں وہ اچھے لہجے میں پڑھتا تھا، وہ بہت ہی دریدہ دہن اور گستاخ تھا، بریلی آکر اس نے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا تو مسلمانوں نے اس کا چیلنج قبول کرلیا اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر کسی سنی مناظر کے انتخاب کے لیے عرض گزار ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ابھی مرادآباد تار (ٹیلی گرام) دو، رات کو صدرالافاضل تشریف لے آئیں گے، ان سے زیادہ مناسب کوئی دوسرا نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ صبح مناظرہ شروع ہوجائے گا۔ تار (ٹیلی گرام) کسی قدر تاخیر سے پہنچا، ٹرین کا وقت گزر چکا تھا؛ اس لیے صبح کی ٹرین سے صدرالافاضل بریلی کے لیے روانہ ہوئے اور ٹھیک دس بجے بریلی شریف پہنچ گئے۔

ادھر حضرت حجۃ الاسلام نے صبح انتظار کیا، جب حضرت صدرالافاضل نہیں پہنچے تو حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب رام پوری کو مناظر کی حیثیت سے پیش فرمادیا اور پنڈت رام چندر سے روح اور مادہ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ جس وقت حضرت صدرالافاضل مناظرہ گاہ پہنچے تو گفتگو جاری تھی، مگر علمی بحث سے عوام کو بالکل دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی وہ کچھ سمجھ پارہے تھے۔

حضور صدرالافاضل نے حجۃ الاسلام صاحب سے فرمایا: اگر میں گفتگو شروع کرتا ہوں تو پنڈت کہے گا کہ آپ کے مولوی صاحب ہار گئے؛ اس لیے دوسرے مولوی کو کھڑا کیا ہے؛ لہٰذا آپ صدر ہیں، اعلان کردیجیے کہ گیارہ بج گئے ہیں، گرمی بہت پڑنے لگی ہے؛ اس لیے بقیہ بحث رات کو ہوگی۔

حضرت حجۃ الاسلام صاحب نے اعلان فرمایا اور جلسہ رات کے لیے ملتوی ہوگیا۔ حضرت صدرالافاضل نے کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا کہ سب لوگ ٹھہر جائیں اور ہر دو مناظر بھی پانچ منٹ کے لیے ٹھہر جائیں، میں مجمع کو بتادوں کہ پنڈت جی اور مولانا کی گفتگو کا نتیجہ کیا نکلا۔ چنانچہ سبھی لوگ ٹھہر گئے۔

حضرت صدرالافاضل نے پنڈت رام چندر سے فرمایا: پنڈت جی! آپ یہی تو کہتے ہیں کہ روح انسانی اور روح حیوانی ایک ہے، صرف صورت نوعیہ کا فرق ہے؟ پنڈت جی نے کہا: جی ہاں! میں یہی کہتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا: مولانا صاحب آپ یہ کہتے ہیں کہ فقط صورت ہی میں فرق نہیں ہے، بلکہ روح انسانی اور روح حیوانی میں بہت فرق ہے؟ مولانا ظہور الحسن صاحب نے فرمایا: جی ہاں! صحیح ہے۔

صدرالافاضل نے مجمع سے دریافت کیا: آپ لوگ کچھ سمجھے؟ مجمع نے کہا: کچھ نہیں سمجھ میں آیا۔ تو صدرالافاضل نے فرمایا: پنڈت جی کہتے ہیں: آدمی اور گدھے میں روحانی اعتبار سے کچھ فرق نہیں ہے، گدھا اور آدمی ایک ہی ہیں، فقط صورت میں فرق ہے، تمھارے سامنے انھوں نے اقرار کیا ہے کہ روحِ حیوانی اور روحِ انسانی ایک ہے۔

یہ سن کر پورے مجمع والے قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور کہنے لگے: پنڈت جی اور گدھے میں فقط صورت کا فرق ہے، ورنہ دونوں ایک ہی ہیں۔ اور کہنے لگے: اللہ تعالیٰ صدرالافاضل کو زندہ سلامت رکھے جنھوں نے دو لفظوں میں پورے مناظرے کا نچوڑ سمجھا دیا۔ یہ جلسہ کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

پنڈت رام چندر نے کہا: اس وقت میں آپ کے یہاں آیا ہوں، شام کو آپ ہمارے مندر میں آئیں، وہاں گفتگو ہوگی۔ صدرالافاضل نے منظور فرمالیا اور رات میں بعد نمازِ عشا مناظرہ کے لیے مندر پہنچ گئے۔

پنڈت رام چندر نے بڑے فخر کے ساتھ کہا: مولانا! آپ مجھ سے کیا بحث کریں گے، میں آپ کی کتاب یعنی قرآن پاک کے پندرہ پارے نوک زبان پر رکھتا ہوں، آپ میرے وید کے پندرہ اوراق اس طرح سنا دیجیے۔

حضرت صدرالافاضل نے فرمایا: پنڈت جی! یہ بات دوبارہ نہ کہنا، اس میں تمھاری سخت ذلت ہے۔

اس نے جواب میں کہا: واہ جناب! الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، آپ میری کتاب نہ پڑھ سکیں اور میری ذلت ہو۔ ذلت آپ کی ہوگی یا میری؟

صدرالافاضل نے فرمایا: ذلت تمھاری ہوگی، میں بڑی مہربانی سے یہ بات کہتا ہوں، اگر پھر آپ نے یہ کہا تو بہت ذلیل ہوں گے۔

پنڈت نے کہا: وہ کیسے؟

صدرالافاضل نے ارشاد فرمایا: پنڈت جی! تم میری کتاب کے پندرہ پارے یعنی آدھی کتاب سنا سکتے ہو، ذرا اپنا وید جسے تم خدا کی کتاب مانتے ہو، اس کو آدھا ہی سنا دو، چہارم سنا دو، پندرہ ورق ہی، بلکہ صرف پانچ ورق ہی پڑھ دو۔

ارے پنڈت جی! اس سے قرآن مجید کی صداقت کا پتہ چلتا ہے کہ مخالف کی زبان پر بھی اس کا یہ فیض ہے کہ وہ پندرہ پارے سنانے کے لیے تیار ہے اور ماننے والے یعنی مسلمانوں میں تو کوئی جاہل سے جاہل گاؤں کا رہنے والا بھی ایسا نہیں ہے جسے کچھ نہ کچھ قرآن مجید یاد نہ ہو، کم از کم ایک آیت " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " تو ضرور اس کو یاد ہوگی۔ قرآن پاک کا دعویٰ ہے " ھدی للناس " یعنی یہ کتاب سارے جہان کے لیے ہدایت ہے، یہ دعویٰ پنڈت جی تمھارے قول سے ثابت ہوگیا اور قرآن مجید کا سارے عالم کے لیے ہدایت ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا۔

اس مضمون کو حضرت صدرالافاضل نے ایسے شاندار طریقے سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع حتیٰ کہ ہندو بھی قرآن کریم کو کتاب الٰہی ماننے پر مجبور ہوگئے۔ مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت لگائے اور پنڈت رام چندر بہت خفیف ہوکر کہنے لگا: یہ مکان جلسہ کے لیے مستعار لیا گیا ہے، وقت زیادہ ہوگیا ہے، اب میں جلسہ ختم کرتا ہوں اور باقی گفتگو کل پر ملتوی کرتا ہوں۔

اس طرح جلسہ ختم ہوا، مسلمان کامیابی کے ساتھ فتح و ظفر کی خوشی میں نعرے لگاتے ہوئے واپس ہوئے اور پنڈت جی راتوں رات بریلی سے روانہ ہوگئے۔ صبح کو اسے تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جلسہ رات میں ختم ہوگیا، سب مہمان چلے گئے۔

[حیات صدرالافاضل، سواد اعظم، لاہور، ص ۱۱، ۱۲، ۱۳۔/ فتاویٰ صدرالافاضل، ص ۶۹۵، ۶۹۶، تنظیم افکار صدرالافاضل، ممبئی]

دیوبندی مکتبہ فکر کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی کا مناظرہ سے فرار:

ایک مرتبہ جناب احمد حسن صاحب رضوی نے نجیب آباد سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کو تار (ٹیلی گرام) دیا کہ مولوی اشرف علی یہاں آیا ہوا ہے، ہم نے اسے مناظرہ کی دعوت دی ہے، آپ فوراً کسی مناظر کو بھیجیے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب کو روانہ کیا اور فرمایا: مرادآباد اتر کر صدرالافاضل کو اپنے ہمراہ لے کر نجیب آباد جاؤ۔ ہاں! صدرالافاضل کو ضرور ہمراہ لینا۔ حجۃ الاسلام نے بریلی سے تار (ٹیلی گرام) دیا اور حضرت صدرالافاضل کو ساتھ لے کر نجیب آباد پہنچے، وہاں پہنچ کر مولوی اشرف علی تھانوی کو خط لکھا، تھانوی صاحب نے صبح جواب دینے کا وعدہ کیا اور راتوں رات نجیب آباد سے بھاگ گئے۔ دوسرے دن صبح معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ جا چکے ہیں۔ وہاں فتح کا جلسہ کرکے یہ حضرات واپس ہوئے۔ [حیات صدرالافاضل، سواد اعظم، لاہور، ص ۱۴]

شدھی تحریک کے بانی شردھانند کو مناظرہ کا چیلنج اور اس کا تعاقب:

متھرا اور آگرہ کے اطراف وجوانب میں شردھانند نے جب فتنۂ ارتداد شروع کیا تو حضرت صدرالافاضل نے اسے مناظرہ کی دعوت دی، اس نے دعوت قبول کرلی، لیکن جب حضرت صدرالافاضل مناظرہ کے لیے دہلی تشریف لے گئے تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا اور بریلی پہنچ گیا۔ حضرت صدرالافاضل نے بریلی جاکر اس کو مناظرہ کا چیلنج کیا تو وہ بریلی سے لکھنؤ بھاگ گیا۔ حضرت موصوف لکھنؤ پہنچے تو وہ پٹنہ چلا گیا۔ حضرت موصوف پٹنہ گئے تو وہ کلکتہ روانہ ہوگیا۔ حضرت صدرالافاضل نے کلکتہ جاکر اسے پکڑا تو اس نے مناظرہ سے صاف انکار کردیا۔ [حیات صدرالافاضل، سواد اعظم، لاہور، ص ۱۴]

مناظرہ کے سلسلے میں وہابی علما کی چال بازیاں:

بھاگل پور میں پیر طریقت حضرت شاہ احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے کافی مریدین تھے، دیوبندی مولوی عبدالشکور کاکوروی وغیرہ نے وہاں جاکر اہل سنت وجماعت کے خلاف تقریریں کیں اور میدان خالی دیکھ کر مناظرہ کا چیلنج کردیا۔ وہاں کے لوگوں نے اپنے پیرومرشد حضرت مولانا شاہ احمد اشرف صاحب کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت موصوف نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی کی خدمت میں یہ واقعہ تحریر کیا اور خود بھاگل پور تشریف لے گئے، مناظرہ کا چیلنج قبول کرلیا اور خلیفہ باغ کی مسجد مناظرہ کے لیے مقرر ہوگئی۔

ادھر سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی اور صدرالافاضل حضرت سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کو بھاگل پور بھیجا۔ وہابیہ نے گیدڑ بھبکیاں شروع کیں، پہلے المدد یا پولیس پکارا اور داروغہ کو بھیجا کہ مناظرہ بند کرادیں۔

حضرت صدرالافاضل نے فرمایا: انسپکٹر صاحب! آپ کو مناظرہ بند کرنے کا اختیار نہیں ہے، یہ اختیار مجسٹریٹ کو ہے، اس کا حکم لائیے تو مناظرہ بند کراسکتے ہیں۔

انسپکٹر صاحب نے کہا: مجھے نقضِ امن کا اندیشہ ہے۔

حضرت صدرالافاضل نے فرمایا: میں اس کا ذمہ دار ہوں، میں جیسا کہوں گا، مجمع اسے تسلیم کرے گا، میں آپ کو اس کے لیے تحریر لکھے دیتا ہوں۔ داروغہ صاحب مجبوراً واپس ہوئے۔

جب وہابی علما کی یہ تدبیر کامیاب نہ ہوئی تو انھوں نے خلیفہ باغ کی مسجد کے متولی کو بھیجا کہ وہ متولی ہونے کی حیثیت سے مناظرہ موقوف کردیں۔

متولی صاحب نے آکر کہا: میں مناظرہ بند کرتا ہوں، مسجد میں مناظرہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

حضرت صدرالافاضل نے ارشاد فرمایا: متولی صاحب ! اپنی تولیت کی خیر منائیے اور تشریف لے جائیے، وہابیہ کی شکست پر ان حیلوں سے پردہ نہیں پڑسکتا۔

متولی صاحب نے کہا: وہ مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔

حضرت صدرالافاضل نے فرمایا: پہلے انھیں میدان مناظرہ میں لائیے، پھر کچھ فرمائیے۔

اس پر متولی صاحب نے فرمایا: میں مناظرہ بند کرتا ہوں۔

حضرت صدرالافاضل نے فرمایا: مسلمانو! تم ایسے متولی کو جو مسجد میں اللہ کے ذکر کو روکے، متولی ہونے سے معزول کرتے ہو؟

مجمع پکار اٹھا: ہم نے اس متولی کو معزول کیا۔

حضرت صدرالافاضل نے فرمایا: راے عامہ متولی کو موقوف کر سکتی ہے، تشریف لے جائیے، آپ کی تولیت باطل ہوگئی۔

متولی صاحب خائب وخاسر واپس ہوئے تو وہابیوں نے یہ فریب کیا کہ ایک شخص کو اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ ” مولوی محمد علی صاحب مونگیری جو وہابیوں کی طرف سے مناظر ہیں، کہتے ہیں: مناظرہ عربی زبان میں ہوگا“۔

حضرت صدرالافاضل نے فرمایا: ہمیں منظور ہے اور دو شرطیں ہماری طرف سے اور زیادہ ہیں: (۱) مناظرہ عربی زبان میں ہوگا اور غیر منقوط عربی میں ہوگا۔ (۲) یہ مناظرہ عربی زبان میں نثر کے بجاے نظم میں ہوگا۔

یہ سن کر وہابی علما حیران ہوگئے، ان میں یہ قابلیت کہاں تھی، وہ تو دھوکہ بازی اور فریب دہی کے لیے شرط لگا رہے تھے کہ علماے اہل سنت اس شرط کو منظور نہ کریں گے اور کسی طرح مناظرہ سے جان چھوٹ جائے گی اور عوام سے کہیں گے کہ ہم مناظرہ کرنے کے لیے تیار تھے، لیکن علماے اہل سنت ہی تیار نہیں ہوئے۔

جب یہ فریب بھی نہ چلا تو خائب وخاسر ہو کر بھاگے اور حضرت صدرالافاضل، حضرت صدرالشریعہ اور حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف علیہم الرحمہ فتح کے جلسے کر کے مظفر ومنصور واپس آئے۔ [حیات صدرالافاضل، سواد اعظم، لاہور، ص ۱۴، ۱۵، ۱۶]

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صدرالافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے اپنے دور کے تمام باطل نظریات کا مقابلہ کیا اور ان کے مبلغین سے مباحثہ ومناظرہ کر کے اہل سنت وجماعت کے عقائد ومعمولات کی حفاظت کی۔ اس طرح وہ تاحیات دین اسلام کی خدمت کرتے رہے اور ان کی پوری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل میں گزری۔

بالآخر داعی اجل کو لبیک کہنے کا وقت آپہنچا اور یہ آفتاب علم وعمل اور ماہتاب فضل وکمال ۱۹؍ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ/ ۲۳؍ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو رات میں بارہ بجے اس جہان فانی سے روپوش ہوگیا۔ اللہ جلّ شانہٗ اس بطلِ جلیل اور مردِ حق آگاہ کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش نازل فرمائے۔ سچ کہا ہے آپ کے ایک واصف نے۔

نعیم الدین شد فخر الاماثل	جلیل المرتبت ، راس الفواضل
فقیہ و عالم و مفتی و عارف	ندارد ہیچ کس مثلش شمائل
ادیب و خوش بیاں واعظ مقرر	ندیدم در جہاں ہرگز مماثل
مفسر ہم محدث ہم مناظر	بسے در ذات او بودے خصائل
اگر مخدومؔم خواہی سال رحلت	بگو ” مشکل کشا صدرالافاضل “ (۱۹۴۸ء)

ساجد علی مصباحی۔ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ/ ۲۷؍ فروری ۲۰۱۵ء۔ جمعہ مبارکہ